حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

(تحقیقِ ذات وصفات کا لافانی سفر)

غلام دستگیر شاہین*

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بلند پایہ صحابی، باکمال عالمِ باعمل اور مثالی صوفیِ باصفاء تھے۔ اور شاید رسولِ نور الانوار علیہ اطیب الصلوات واطہر التسلیمات کے اصحاب میں واحد ہیں جو سالہا سال ظہورِ اسلام اور قبولِ اسلام کے لیے محوِ انتظار رہے اور اسی تفحص و تجسس میں جنہوں نے نہ صرف طویل مسافتیں طے کیں بلکہ غلامی کی مشقتیں بھی اٹھائیں، یہ حقیقت ان کے بے پناہ ذوق و شوق اور تفتیشِ حق پر ہی دال نہیں ہے بلکہ بے دید و ملاقات عشقِ رسول ﷺ پر بھی شاہد ہے جو کہ ایسا نفسیاتی رویہ ہے قدرتِ خداوندی جس سے مزین صرف ایسی ارواحِ قدسیہ کو کرتی ہے جن کا اصطفاء روزِ ازل سے ہی ہو چکا ہو۔ یہی اصطفائے الٰہی وہ قوی محرک تھا جس کے سبب ابتدائے حیات سے آپ رضی اللہ عنہ کے اندر دو نفسیاتی رویوں میں باہم آویزش برپا ہوگئ: اول، ذات؛ اور دوم، صفات۔ ان دونوں کے مابین سلجھاؤ اور بامعنی ہم آہنگی کا حصول آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا حقیقی مقصود تھا۔

اس کشاکشِ ذات وصفات کی بدولت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا نفسیاتی تار و پود اس فکر و نظر سے تشکیل پایا تھا کہ حفظِ صفات کے بغیر حفظِ ذات کارِ لایعنی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے شجرۂ نسب پر غور و خوض سے یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ فکر و نظر کے اس آہنگ میں آپ کی اپنی نسبی وراثت کا بھی ایک معتد بہ کردار تھا آپ شہنشاہانِ فارس کی آل میں سے تھے۔ محققین کے مطابق آپ کا شجرہ نسب ہے: مابہ بن بوذخشان بن مورسلان بن بہوذان بن فیروز بن شہرک جو کہ بادشاہ آب کی اولاد تھا(۱) اس شجرہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا نام "مابہ" بتایا گیا ہے جبکہ دیگر روایات میں -"ماہویہ"، "مایہ" اور "بُہبود" بھی بتلایا گیا ہے، لہٰذا ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کا شجرۂ نسب یہ ہے: بہبود بن بذخشان بن آذر جشیش جو بادشاہ منوچہر کی اولاد میں سے

---

* سکالر پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان

تھا(۲) مذکورہ دونوں روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے دیگر نام بھی ہیں جن میں سے خالص فارسیت مترشح ہے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کے معروف اسمِ مبارک "سلمان" سے جہاں فارسیت ٹپکتی ہے وہاں مذہبیت بھی نمایاں ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی ملاقات جن عیسائی راہبوں سے سب سے پہلے ہوئی تھی قوی امکان ہے کہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس نام سے موسوم کیا ہوگا تاکہ فارسیت و عربیت کے امتزاج سے معاشرتی اعتبار میں سہولت ہو۔ لہذا یہ نام بذاتِ خود آپ رضی اللہ عنہ کے تجسسِ حق کے ضمن میں ارتقاء پذیر نفسیاتی رجحانات کا نمائندہ ہے اسکا منتہی آپ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بعد اس وقت ہوتا ہے جب آپ رضی اللہ عنہ سے آپ کے نسب کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: سلمان بن الاسلام (۳) کیونکہ صرف یہی وہ نسب ہے جس میں ذات وصفات دونوں اسطرح سے ہم آہنگ ویکجان ہو گئے کہ ایک کی پہچان دوسرے کے لیے ناگزیر ہو گئی اور یہی وہ عرفانِ عالی تھا جس کے لیے ساری عمر سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ وقفِ تگ و تاز رہے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کا بنیادی مسئلہ حفظِ ذات نہیں بلکہ حفظِ صفات باثباتِ ذات بحوالہ صفات تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ نسبتِ رفیعہ حاصل ہو گئی تو تقاضاہائے ذات کا اتمام ہو گیا اور باقی سب نسبتیں معدوم یا اسی ایک نسبت کے حوالے سے قائم ہو گئیں۔ اسی نسبت کی رفعتوں میں سے ایک معراج یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ "مولیٰ رسول اللہ ﷺ" کی شناخت سے بھی معروف ہوئے اور یہی بات آپ رضی اللہ عنہ کے لقب "الخیر" اور کنیت "ابو عبداللہ" سے پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ اس نسبت کے بحرِ تموج خیز میں اب جب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی ظاہری نسبتِ پارینہ کا ذکر فرمایا تو اسلیے کہ اب ذات معانی کے قلزمِ بیکراں میں مستغرق ہو چکی تھی جہاں اسکی نسبت سے بقیہ نسبتیں بھی زندہ ہو کر اسی ذات کے حوالے سے نمائندگی اختیار کر چکی تھیں لہذا آپ رضی اللہ عنہ نے حق فرمایا جب گویا ہوئے:

كُنْتُ رَجُلاً فَارِسِيًّا مِنْ أَهْلِ أَصْبِهَانَ، مِنْ أَهْلِ قَرْيَةٍ مِنْهَا يُقَالُ لَهَا جَيٌّ وَ كَانَ أَبِي دِهْقَانَهَا... فَاجْتَهَدْتُ فِي الْمَجُوسِيَّةِ(۴)

میں اہل اصبہان کی بستی جی سے تعلق رکھنے والا فارسی آدمی تھا اور میرا والد کھیتی باڑی کرتا تھا...لہذا میں مجوسیت میں محوِ تگ و تاز رہتا تھا۔

حیرت ناک اندازِ تعارف ہے کیونکہ عین حال میں بھی نسبتِ وجود کا اظہار بصیغۂ ماضی كُنْتُ رَجُلاً فَارِسِيًّا کہہ کر کیا گیا اس لیے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک وجودِ ذات اثباتِ وجود سے ہے اور اثباتِ وجود ادراکِ

معنی سے ہے جب تک ادراکِ معنی حاصل نہ ہو ذات وہم محض ہے لہذا نہ اہلِ ظہور نہ قابلِ ثبوت۔ اسی بنیادی مگر فطری نقطۂ نگاہ کے تحت آپ رضی اللہ کے باطن میں جو رویے بھی ترتیب پائے ان میں تحقیقِ ذات وصفات کی جلوہ گری ہر کہیں نمایاں نظر آتی ہے۔ اس ارتقائی سفر کی ایک جھلک آپ رضی اللہ عنہ کے بچپن سے آخر تک کی حیاتِ قدسیہ پر نظر ڈالنے سے بخوبی عیاں ہو جاتی ہے۔

عرضِ احوال:

انفاقِ ذات برائے احقاقِ حق اور ادراکِ حق برائے اثباتِ ذات، یہ وہ رویے ہیں جو نفسیاتی طور پر بڑی مضبوطی کے ساتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی شخصیت سازی میں طبعی طور پر بچپن ہی سے کارفرما ہے، یہی وجہ ہے کہ ابتدائے حیات سے ان کے اندر ظاہر و باطن کے مابین کشاکش اور معاشرتی و مذہبی رجحانات کے درمیان عدم موافقت کی فضاء نے ہمیشہ کشیدگی کی ایک بے نام کیفیت کو بیدار رکھا جس کی بدولت ان کے قلبِ سلیم نے موجودہ کے ساتھ عدم اطمینان و بے صبوری اور غیر موجودہ کے لیے فعال تجسس اور کارگر تفحص سے ان کے شعوری اور لاشعوری رویوں کی ایسی آئینہ بندی کی کہ تلاشِ احسن کی طغیانی نے ان کی موجودہ ذاتی شناخت کے تمام اسباب کو تہ و بالا کر دیا اور نفی و اثبات کا تیز رفتار ریلہ انکی کشتیِ وجود کو بہا کر بحرِ وجود کی پہنائی میں تموجاتِ اثبات کی گیرائی کے لامتناہی ولافانی حیطۂ غیر محیط میں دُرَرِ حق کی دریافت اور جواہرِ ذات کی بازیافت کے لیے لے گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ کی ابتدائی پرورش مجوسیت کے ماحول میں ہوئی مگر غیرِ حق سے انصراف کا جو رویہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی فطرت میں ودیعت کر رکھا تھا عنفوانِ ایام سے ہی ایسے جوبن پر آیا کہ تنگنائے مجوسیت میں بھی عبادت میں مشغول اور تلاشِ حق کے لیے کوشاں ہو گئے۔ اس تگ و دو میں آڑے آنے والے ہر بندھن ہر رشتے کی نفی آپ رضی اللہ عنہ پر ہرگز گراں نہ گزرتی تھی لہٰذا جب فرطِ محبت کے عالم میں ان کے والد نے انہیں گھر کی چاردیواری تک محدود کر دیا تو موجودہ حالات کے اندر رہتے ہوئے وہ آتش پرستی میں محو رہے بالفاظِ دیگر احقاقِ حق سے لمحہ بھر کے لیے غافل نہ بیٹھے۔ اسکی اگلی منزل کا آغاز اس وقت ہوا جب آپ رضی اللہ عنہ کو کسی طرح سے گھر سے باہر قدم زنی کی اجازت حاصل ہو گئی۔ یہ قدم باہر کیا نکلا عین صحیح سمت میں احقاقِ حق اور اثباتِ وجود کی راہِ راست پر مستقیم ہو گیا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ جونہی باہر نکلے تو آپ نے عیسائیوں کو اپنی عبادت گاہ میں عبادت کرتے اور نماز پڑھتے ہوئے مشاہدہ کیا۔ قوتِ فیصلہ اور صلابتِ رائے آپ رضی اللہ عنہ کے

قلبِ سلیم کو ہمیشہ بیدار رکھتی تھی لہٰذا عیسائیوں کے طریقِ عبادت اور نظریہ حق سے بہت متاثر ہوئے یہاں تک کہ فوراً بھانپ گئے کہ مجوسیت کی نسبت عیسائیت کئی گنا زیادہ مذہبِ حق ہے کیونکہ انفاقِ ذات برائے احقاقِ حق اور ادراکِ حق برائے اثباتِ ذات کے مابین جو حسین توازن اور ہم آہنگی یہاں موجود ہے مجوسیت میں اسکا نشان تک نہیں ہے۔ اسکا حتمی نتیجہ یہ نکلا کہ آپ رضی اللہ عنہ نہ صرف نصرانیت میں داخل ہو گئے بلکہ علمِ حق اور مجاہدۂ حق کی غرض سے عیسائی پادریوں اور راہبوں کے ساتھ ہو لیے، تلاشِ حق کے لیے اپنے گھربار، والدین، وطنِ مالوف بلکہ اپنے ہر رشتہ اور ہر انگ ساکھ کو خیر باد کہہ کر راہبوں کے ساتھ ہمیشہ کی ہجرت، دوامی سفر پر چل پڑنا احقاقِ حق میں سیاحتِ وجود کی دشوار ترین گھاٹیوں میں سے ایک ہے، اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چونکہ پیدا ہی اسی سیاحت کے لیے ہوئے تھے اس لیے بے دھڑک اس مہم جوئی پر نکل پڑے۔ دورانِ سیاحت ان پر معاشرتی و حقانی علم کے کئی ابواب وا ہوئے، لہٰذا جہاں ان پر عیسائی پادریوں کی بداخلاقیوں اور بدکرداریوں سے مذہبِ عیسائیت کے کئی پول کھلے، وہاں موحد راہبوں کی مصاحبت سے ان پر نورِ حق کے کئی دریچے بھی وا ہوئے۔ انہی انوارات میں سے ایک نور یہ بھی تھا کہ متعدد راہبوں نے انہیں نبی آخر الزمان ﷺ کی علامات و امارات سے آگاہ بھی کر دیا اور ساتھ ہی ان پر ایمان لانے کی تاکید بھی کی کیونکہ ان کا ظہور قریب تھا۔ اس آگہی کا نتیجہ تھا کہ سفر کی کلفتیں برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ سوئے اتفاق سے غلامی کی صعوبتوں میں بھی جا پڑے مگر باطنی طور پر مطمئن تھے کیونکہ وہ عیسائی راہبوں کی نشاندہی کے مطابق نبی آخر الزمان ﷺ کی جائے ہجرت تک آن پہنچے تھے(۵)

احقاقِ حق اور تلاشِ احسن کے اس سفر میں سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ جس حقیقتِ عظمیٰ سے آشنا ہوئے وہ حقیقت الحقائق حضور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔ راہبوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو حقیقت الحقائق نبی آخر الزمان ﷺ کے قربِ بعثت کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ ﷺ دینِ ابراہیمی پر ہونگے؛ انکا مقامِ ہجرت یثرب ہے؛ اور پہچان یہ ہے کہ: يَأْكُلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ، بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ [آپ ہدیہ کھالیتے ہیں، صدقہ نہیں کھاتے جبکہ آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان نبوت کی مہر ہے]۔ یہ وہ چند امور تھے جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فکری و نظری قالب اور شعوری و لاشعوری کالبوت میں بطور تحریک اثباتیاتی شدت کے ساتھ کارفرما تھے یہی وجہ ہے کہ جونہی سید الانبیاء ﷺ کی مدینہ شریف میں قباء کے مقام پر آمد کی خبرِ گرم آپ رضی اللہ عنہ کے گوش گزار ہوئی تو آپ بلا تاخیر حضور ﷺ کی

بارگاہِ اقدس میں صدقہ کی کوئی چیز لیکر حاضرِ خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ نے اسے کھانے کے لیے صحابہ کیطرف بڑھا دیا مگر خود نہ کھایا۔ پھر دوبارہ حاضر ہوئے تو ہدیہ پیش کیا، جسے آپ ﷺ نے خود بھی کھایا اور صحابہ کو بھی کھلایا۔ اس مشاہداتی تجربہ سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ نبی آخر الزمان آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی ہے تاہم وہ مہرِ نبوت کا مشاہدہ بھی اپنی دیدۂ تجربہ شیوہ سے کرنا چاہتے تھے۔ اسکا موقع ان کے ہاتھ ایک مرتبہ اسوقت آیا جب آپ ﷺ ایک ساتھی کے جنازے کے سلسلے میں بقیع الغرقد کے مقام پر تھے اور سیدنا سلمان بیتابی کے عالم میں آپ حضور ﷺ کے گرد چکر کاٹ رہے تھے، اسرارِ قلب پر آگاہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہِ مبارک میں جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی بے چینی آئی تو کمالِ کرم کرتے ہوئے فورًا اپنی پشت مبارک سے اپنی چادر اٹھادی۔ جونہی ردائے مبارک ہٹی آپ رضی اللہ عنہ کو مہرِ نبوت کا نظارہ ہو گیا تو احقاقِ حق کے زینۂ اصلی پر آپکی بیداری ہو گئی لہٰذا تضرع وزاری کی حقیقت آشنا کیفیت آپ پر طاری ہو گئی جسکی بدولت عشق ومستی کے موج خیز سمندر میں ایسی از خود رفتگی کے ساتھ غوطہ زن ہوئے کہ مہرِ نبوت اور آپ ﷺ کی تقبیل میں مستغرق محوِ اشکباری ہو گئے رقت آمیزی کی یہ کیفیت جاری ہی رہی، حتی کہ عالمِ وارفتگی میں کلمۂ حق زبانِ حق چشیدہ پر جاری ہو گیا، اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود نگاہِ کرم فرما کر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے قریب کیا تو آپ نے اپنا سارا ماجرائے احقاقِ حق بیان کیا، آپ ﷺ نے خود بھی پسندیدگی سے سماعت فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی سنوایا(۶)

عتاق ومؤاخات:

جب ادراکِ حق کا ثمرہ اثباتِ ذات ہو تو وجود حریت کا متقاضی ہو جاتا ہے کیونکہ تحقیق جب اپنے منتہائے اعلیٰ کا ادراک کر لیتی ہے تو تخلیق کے زینہ ہائے نو بہ نو پر قدم فرما ہوتی ہے۔ اسی بناء پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایمان وایقان کی نعمتِ کبریٰ سے بہرہ یاب ہو گئے تو جہانِ تازہ میں وجودِ نو کے ساتھ مشہود ہوئے جو اس وجود سے بغایت مختلف تھا جسکے لوازمات کو وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے اور جسکی کسی حالت آزادی وغلامی سے انہیں سروکار نہ تھا۔ لیکن اب جب تحقیقِ وجود سے اثباتِ ذات ہوا حجاباتِ نفی کو زوال آ گیا اور تخلیقِ انسانی کی نئی منازل میں سفر کا آغاز ہوا تو احساسِ وجود نے تقریرِ ذات کی طرف توجہ مبذول کر دی۔ ایسے میں سلاسلِ عبودیت میں گرفتاری انکے لیے نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن تھی کیونکہ امورِ ذات کی تکمیل میں یہ غلامی سب سے بڑی رکاوٹ

تھی اور اس حقیقت پر نمائندہ شہادت غزواتِ بدر و احد میں آپ رضی اللہ عنہ کی عدم شرکت تھی۔ اور اس عدم شرکت کا انہیں بڑا قلق تھا کیونکہ معرکۂ وجود میں سکون و حرکت کے مابین توازن اگر بگڑ جائے تو فیصلہ عموماً ذات کے خلاف ہوا کرتا ہے اور یہ مخالف فیصلہ نفی کی طرف مراجعت ہے جو کہ بعدِ اثبات کفر وارتداد کا آئینہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رحمتِ عالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے نفسیاتی و باطنی اور معاشرتی و ظاہری عقدوں کے حل پر خصوصی توجہ فرمائی۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کے باطن کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک دن کمالِ التفات کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ: اپنے آقا کو معاوضہ دے کر آزادی حاصل کرلو۔ جہانِ تازہ کے اس بلند پرواز شاہین کی تو گویا قسمت ہی پلٹ گئی کیونکہ حقیقت الحقائق ﷺ نے اپنی انتہائے نوازش سے تثبیتِ ذات کا حکم فرمادیا تھا، لہٰذا فوراً اپنے آقا سے ملے اور اسے دعوتِ مکاتبت دی۔ گفت وشنید ہوئی یہاں تک کہ معاملہ تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونے پر طے پا گیا۔ اب یہ مسئلہ لاحق ہوا کہ جس شخص نے احقاقِ حق وادراکِ حق کی خاطر مکمل طور پر حیاتِ بے سروسامانی کو ترجیح دی ہو وہ اتنی بھاری رقم اور اتنا خطیر مال کہاں سے لائے جو معاملہ میں طے پاچکا تھا۔ اس مسئلے کا حل بھی سرکارِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطریقِ احسن فرمادیا، وہ یوں کہ اپنے اصحاب سے فرمایا کہ: اپنے بھائی کی مدد کرو۔ ہر کسی نے اپنی استعداد کے مطابق مدد کی یہاں تک کہ تین سو کھجور کے درختوں کی تعداد پوری ہوگئی۔ درختوں کی تعداد جب ایفائے عہد کو پہنچ چکی تو اب چالیس اوقیہ سونے کا مسئلہ درپیش ہوا۔ اسکا حل آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہ آپ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو کسی غزوہ سے حاصل ہونے والا سونے کا ایک انڈہ مرحمت فرمایا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: أَيْنَ تَقَعُ هَذِهِ يَارَسُولَ اللّٰهِ مِمَّا عَلَيَّ؟ [یارسول اللہ! جتنی ادائیگی میرے ذمہ ہے اسکے مقابلے میں اسکی کیا حیثیت ہے؟] تصرفِ وجود میں حقیقت الحقائق ﷺ کے حیطۂ اختیار کی وسعت ملاحظہ ہو کہ آپ ﷺ نے فوراً ہدایت فرمائی: خُذْهَا فَإِنَّ اللّٰهَ سَيُؤَدِّي بِهَا عَنْكَ [لے لیجیے! اللہ تعالیٰ اسی سے تمہیں بری الذمہ کردیگا] اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ: أَخَذَهَا فَقَلَّبَهَا عَلَى لِسَانِهِ، ثُمَّ قَالَ ﷺ: خُذْهَا [آپ ﷺ نے اسے اپنے دستِ مبارک میں لیا اور زبانِ اقدس پر پلٹا اور فرمایا: یہ لو!] بس اب کیا تھا جونہی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے انڈے کا وزن کیا تو چالیس اوقیہ سے بھی زیادہ نکلا کیونکہ حدیثِ پاک کے الفاظ ہیں کہ: فَأَخَذْتُهَا فَوَزَنْتُ لَهُمْ مِنْهَا أَرْبَعِيْنَ أَوْقِيَةً، وَ أَوْفَيْتُهُم حَقَّهُمْ وَ عَتَقْتُ [پھر میں نے اس انڈے کو لے لیا اور اس میں سے انہیں چالیس اوقیہ سونا تول کر ان کا حقّ پورا ادا کردیا اور میں آزاد ہوگیا] معجزہائے وجود کا یہ ادنیٰ کرشمہ تھا کہ مکمل

ادائیگی کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مکمل آزاد ہو گئے اور پھر ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں رہنے لگے(۷) اور اس حریت کے ساتھ ہی آپ رضی اللہ عنہ کے علائقِ پارینہ کلیتًا مفقود ہو گئے اور جہانِ تازہ میں اثباتِ ذات، تجلیۂ صفات اور تحقیقِ وجود میں سیاحتِ مدامی کا آغاز ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جونہی علائقِ پارینہ کی انتہا ہو چکی حضور سید العالمین ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخات قائم کر کے(۸) باقاعدہ طور پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی جہانِ نو میں علائق بندی شروع کر دی۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ صحبتِ رسول ﷺ سے شرفیاب ہوتے ہوئے تجلیۃ الصفات سے بہرہ یاب ہونے لگے۔ تحقیقِ صفات میں آپ رضی اللہ عنہ کس حد کامران ہوئے اس کا اندازہ آپ کی اس زندگی سے بآسانی ہو جاتا ہے جو آپ نے قبولِ اسلام یعنی احقاقِ حق، اثباتِ ذات اور حریتِ وجود کے بعد اس جہانِ فانی میں عیانِ لافانی کے ساتھ بسر فرمائی۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شمائل و فضائل میں سے بعض اہم ترین گوشوں پر ایک اجمالی نظر دوڑائی جائے تاکہ ذات میں صفات کی لافانی مظہریت کا حیطہ عقلی اور عملی شواہد کے ساتھ آئینۂ نگاہ میں جلوہ گر ہو جائے۔

فضائل و شمائل

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تاریخ المسلمین کے نامور جامع الصفات سپوت اور تاریخ انسانی کے بے مثال متعدد الابعاد شخصیت ہیں جن کے فضائل و شمائل کا صحیح علم صرف اللہ اور اسکے رسولِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ انوارِ فضائل و آداب کا وہ درخشندہ آفتابِ حقیقت ہیں جسکی ایک ایک کرن میں شانِ سید المرسلین ﷺ کی بے نظیر جلوہ گری ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے انکے بارے میں حق فرمایا کہ:

كَانَ لَبِيبًا حَازِمًا مِنْ عُقَلاَءِ الرِّجَالِ وَ عُبَّادِهِمْ وَ نُبَلاَءِهِمْ(۹)

[حضور رضی اللہ عنہ عقلمند، عبادت گزار اور شرافت شیوہ سورماؤں میں سے کمال کے دانشور اور پختہ امر تھے]

جب شخصی کمالات اور باطنی جمالات کا یہ عالم ہو تو حیطۂ شمار اتنا تنگ پڑ جاتا ہے کہ اپنے اندر سوائے نشاندہی کے کچھ نہیں سما سکتا۔ لہٰذا ہم نے بھی مندرجاتِ ذیل میں موضوعاتی اعتبار سے حضورِ والا رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل و شمائل کی صرف نشاندہی کی کوشش کی ہے:

عطائے ربانی:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنی منفرد اور توانا شخصیت کی بدولت اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ سبحانی میں نہایت مقبول و منظور ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی کئی آیات آپ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں۔ ان میں سے چند نمایاں مقامات قابلِ توجہ ہیں جن میں سے ایک آپ رضی اللہ عنہ کا علمی مقامِ عالی ہے جس سے بصدقہ سید الکونین ﷺ اللہ رب العزت نے آپ کو نوازا تھا چنانچہ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ آیتِ کریمہ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ[الرعد: ۴۲][اور وہ جسکے پاس علمِ کتاب ہے] حضرت سلمان اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئی ہے(۱۰)

صرف یہی نہیں بلکہ ترتیبِ کون ومکان میں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور آپ کی قوم کے مقام کا تعین بھی قرآنِ پاک نے انتہائی خوبصورت اور موئثر انداز میں فرمایا چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت: وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ[(محمد:۳۸)اور اگر تم منہ پھیر جاؤ تو وہ تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا] تلاوت فرمائی تو صحابہ کرام عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سلمان فارسی کی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: هَذَا وَ قَوْمُهُ، لَوْ كَانَ الدِّينُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنَ الْفُرْسِ[یہ اور اسکی قوم، اگر دین ثریا کی بلندی پر بھی ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ اسے پالیتے] ایک روایت میں ہے کہ سلمان اسے پالیتے(۱۱)

قرآنِ پاک کے علاوہ وہ جواہرِ اکرام و محبت جو بارگاہِ الٰہی سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نچھاور ہوئے انکا علم احادیثِ مبارکہ سے بھی بخوبی ہوتا ہے اسکی عمدہ مثال وہ حدیث کریمہ ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت بلال اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو سفیان ان کے پاس سے گزرا، فرمانے لگے: ابھی تک اللہ کی تلواریں اللہ کے اس دشمن کی گردن تک نہیں پہنچیں۔ یہ سنکر حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام کہنے لگے کہ تم دیکھتے نہیں کہ یہ قریشی سردار ہے۔ پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ عرض کردیا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے ابو بکر! شاید تو نے ان پر غصہ کیا اور اگر تو نے ان پر غصہ کیا ہے تو تو نے اپنے رب پر غصہ کیا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان تینوں صحابہ کے پاس آئے اور فرمایا: اے میرے بھائیو! کیا میں نے تم پر غصہ کیا ہے؟ فرمانے لگے: نہیں ابو بکر! اللہ تیری مغفرت فرمائے(۱۲)

پھر اللہ اور اسکے حبیبِ کرم گستر ﷺ کے دربارِ ذی وقار میں محبوبیتِ سلمانی کا اسلوبِ دلنشین یہ ہے کہ خود حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: میرے صحابہ میں سے چار صحابہ سے اللہ تعالیٰ خود بھی محبت کرتا ہے اور مجھے بھی حکم فرمایا ہے کہ میں ان سے محبت کروں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: علی، ابوذر غفاری، سلمان فارسی اور مقداد بن اسود کندی(۱۳) جب خالقِ الٰہی کی بارگاہِ اقدس میں محبوبیت کا یہ عالم ہو گا تو مخلوق کو اشتیاقِ سرمدی کیوں نہ ہو گا۔ لہٰذا حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اَلْجَنَّةُ تَشْتَاقُ إِلَى ثَلاثَةٍ: عَلِيٍّ وَ عَمَّارٍ وَ سَلْمَانَ[۱۴]جنت علی، عمار اور سلمان کا اشتیاق رکھتی ہے۔

نوازشِ حقیقتِ محمدیہ:

حقیقۃ الحقائق سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ علیہ افضل الصلوات و اکمل التسلیمات کی عنایاتِ بیکراں کا جو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ پر آپ ﷺ نے کیں شمار بالائے حد و تخمین ہے اسلیے کہ آپ ﷺ نورِ الٰہی وجہِ تخلیقِ کون و مکان ہیں اور جسے آپ ﷺ کی نسبتِ حقیقیہ حاصل ہو گئی وہ بذاتِ خود اعدادِ تکوینات میں کردارِ فیصل ہو جاتا ہے۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی بلند طالعی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ رضی اللہ عنہ کو نسبتِ حقیقیہ کی یہ نعمت عطا کر کے اسوقت امر کر دیا جب غزوۂ خندق کے موقع پر مہاجرین و انصار میں سے ہر ایک نے دعوی کیا کہ سلمان تو ہم میں سے ہیں۔ یہ سنکر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فی الفور نگہِ التفات سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا:

سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ[۱۵] سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔

اور جب حضور مولائے کائنات علی رضی اللہ عنہ سے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے بڑے پیارے انداز میں حضور سید المرسلین ﷺ کی اس عطائے نسبت کی تصدیق ان الفاظِ بلیغ میں فرمائی:

قَالُوا: سَلْمَان؟ قَالَ: أَدْرَكَ الْعِلْمَ الْأَوَّلَ، وَ الْعِلْمَ الْآخِرَ، بَحْرٌ لاَ يُدْرَكُ قَعْرُهُ، وَهُوَ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ(۱۶)
[عرض کیا کہ سلمان کے بارے میں کچھ فرمائیے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: وہ علم اول و علمِ آخر کے حامل ہیں ایسا سمندر جسکی گہرائی نامعلوم ہے، اور وہ ہم اہل بیت میں سے ہیں]

اس بناء پر حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آپ رضی اللہ عنہ پر کرم فرمائیاں بے حساب تھیں یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کو ظاہری وباطنی تربیت کے لیے حسبِ ضرورت اپنے مخصوص اوقاتِ شبینہ میں سے کچھ وقت بھی وقف فرمادیا کرتے تھے۔ اس ضمن میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ علیہا السلام فرماتی ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی شب تنہائی کی صحبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اتنی لمبی ہو جاتی تھی کہ ہم لوگوں (ازواج) کو خطرہ پیدا ہو جاتا کہ کہیں ہماری باری کی رات بھی اس نشست میں نہ گزر جائے (۱۷)

صرف یہی نہیں بلکہ تقویمِ تکوین میں آپ رضی اللہ عنہ کی درجہ بندی کرتے ہوئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

السُّبَّاقُ أَرْبَعَةٌ: أَنَا سَابِقُ الْعَرَبِ؛ وَ سَلْمَانُ سَابِقُ الْفَارِسِ؛ وَ بِلاَلُ سَابِقُ الْحَبَشَةِ؛ وَ صُهَيْبُ سَابِقُ الرُّومِ(۱۸)

[سبقت لے جانے والے چار ہیں فرمایا: میں سابق العرب ہوں؛ سلمان سابق الفارس؛ بلال سابق الحبشہ؛ اور صہیب سابق الروم ہیں]

اس درجہ بندی کو حضور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کمالِ لطافت و کرامت سے حیرتناک تقابلی اسلوب میں ایک مرتبہ مزید واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَنَا سَابِقُ وُلْدِ آدَمَ وَ سَلْمَانُ سَابِقُ الْفُرْسِ(۱۹)

[میں تمام اولادِ آدم میں سے صاحبِ سبقت ہوں اور سلمان تمام تر فارس میں سے صاحبِ سبقت ہیں]

تحقیقِ ذات وصفات کی یہ وہ اتھاہ ہے جس کا ادراک صرف اور صرف اہلِ نظر ہی کرسکتے ہیں۔

بحرِ علم وعرفان:

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو قربِ حقیقتِ محمدیہ کی بدولت جن کمالاتِ بے مثال سے نوازا گیا ان میں علم و عرفان کو بلند پایہ حاصل ہے۔ اس عطیہ ٔ لاثانی کی تحسین صرف دیگران ہی نے نہیں کی بلکہ خود صاحبِ اہلِ بیت اطہار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے ممتاز اندازِ یگانہ میں اسوقت فرمائی جب ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابو درداء رضوان اللہ علیہ کے پاس قیام پذیر تھے کہ انہیں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی عباداتِ نافلہ اور حالاتِ عائلہ میں عدم توازن کا علم ہو گیا۔ لہٰذا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے جب نوافلِ شبانہ کا ارادہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے منع فرمادیا، اور جب نفلی روزہ رکھنے کا ارادہ کیا تو اس سے بھی منع فرمادیا۔ حضرت ابو درداء

رضی اللہ عنہ نے استفسار فرمایا: تم مجھے نماز وروزہ سے منع کرتے ہو؟ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے توجیہ علمی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم پر تمہاری آنکھوں اور تمہارے اہل خانہ کا بھی حق ہے؛ لہٰذا روزہ رکھو تو افطار بھی کرو، رات کو نماز پڑھو تو سویا بھی کرو۔ جب یہ معاملہ بارگاہِ ختم المرسلین ﷺ میں پہنچا تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی علمی فقہی بصیرت کو سراہتے ہوئے فرمایا:لَقَدْ أَشْبَعَ سَلْمَانُ عِلْمًا [سلمان علم سے سیر ہو چکے ہیں](۲۰) جبکہ ایک دوسری روایت میں حضور سید المرسلین ﷺ نے اسی امرِ سلمان رضی اللہ عنہ کی وجودیاتی توجیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ثَكِلَتْ سَلْمَانَ أُمُّهُ لَقَدِ اتَّسَعَ مِنْ عِلْمِهِ[۲۱][سلمان کو انکی ماں نے کھودیا، یقیناانہیں علمی وسعت عطاہوگئی]

اس معاملے میں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کس قدر عظیم الشان وجودیاتی فقہی علمیت کا مظاہرہ کیا اسکا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اسے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے مخصوص انداز میں روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی جب حضرت ابودرداء کے گھر تشریف لے گئے تو ان کی زوجہ سے حالات دریافت کیے تو انہوں نے بتایا کہ آپ کے بھائی کو دنیا کی کوئی حاجت نہیں رہی۔ تب حضرت سلمان رضوان اللہ علیہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو قیامِ شبینہ اور صیامِ تطوع سے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ: تجھ پر تیری جان، تیرے رب، تیرے مہمان اور تیرے اہل وعیال کا بھی حق ہے۔ ہر کسی کا حق ادا کرو، جب یہ معاملہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: صَدَقَ سَلْمَانُ[۲۲][سلمان نے سچ کہا]

آپ رضی اللہ عنہ کے اسی وفرتِ علم وفضل کو حضور مولائے کائنات علی رضی اللہ عنہ نے بکمالِ قرینہ اس وقت خراجِ تحسین پیش کیا جب آپ کرم اللہ وجہہ الکریم سے لوگوں نے حضرت سلمان فارسی رضوان اللہ علیہ کے بارے میں دریافت کیا، لہٰذا آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: یہ وہ ہیں جو تمہارے لیے لقمان حکیم کی مثل ہیں، وہ ہمارے ہیں ہم اہل بیت میں سے ہیں۔ انہوں نے علم اول وآخر حاصل کیا اور کتاب اول وآخر پڑھی۔ وہ کبھی خشک نہ ہونے والا سمندر رہیں(۲۳)

جب کسی پر عطائے رسول ﷺ کی بہاریں اس درجہ چھاچکی ہوں کہ خود عطاکار ﷺ بھی اپنی عطاء پر اور آپ ﷺ کے اہل بیت بھی اس عطیہ پر رطب اللسان ہوں تو شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے کیوں نہ اس پر تحسین وآفریں کے گوہر برسائیں۔ لہٰذا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ

صاحب الکتابین ہیں، جبکہ حضرت قتادہ قدس سرہ اس قول کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ: اس سے مراد انجیل اور فرقان ہے(۲۴)،اسی طرح سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا جب آخری وقت آیا تو انہوں نے اپنے شاگردوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

اِلْتَمِسُوا الْعِلْمَ عِنْدَ أَرْبَعَةٍ: أَبِی الدَّرْدَاءِ؛ وَ سَلْمَانَ؛ وَ ابْنِ مَسْعُودٍ؛ وَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلاَمٍ[۲۵]

[جستجوئے علم چار آدمیوں سے کرو: ابو درداء؛ سلمان؛ ابن مسعود؛ اور عبد اللہ بن سلام]

شانِ جہاد و سیادت:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے سوائے بدر واحد کے تمام غزواتِ نبوی میں جوہرِ شجاعت دکھائے، آپ رضی اللہ عنہ بڑی پامردی، جذبہ ٔ ایمان اور عشقِ حبیبِ کبریا ﷺ کی سرمستی میں میدانِ کارزار میں اترتے تھے، اور اسکے ساتھ امورِ عسکری میں اسقدر حذاقت و مہارت کے مالک تھے کہ حضورِ سید العالمین ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے جنگی مشوروں پر عمل فرمایا کرتے تھے۔ اسکا عمدہ مظہر غزوۂ خندق ہے جس میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشاہداتی بنیاد پر عرض کی کہ: یارسول اللہ! سرزمینِ فارس میں جب ہمیں گھڑ سواروں کے اچانک حملے کا خوف لاحق ہوتا تھا تو ہم اپنے ارگرد خندق بنالیتے تھے۔ یہ تدبیر سب کے دل کو بہت بھا گئی لہٰذا رحمتِ کون ومکان ﷺ نے مدینہ شریف کے گرد خندق کھود کر اسے محفوظ کر دینے کا حکم صادر فرمایا(۲٦) اور غزوۂ خندق کے نتائج کا علم پورے عالمِ انسانیت کو ہے کہ کفار ومشرکین نے کس طرح سے منہ کی کھائی اور کیسی شاندار فتح دیوانگانِ رسول ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمائی۔

جہادِ اسلامی میں آپ رضی اللہ کی یہ شرکتِ وارفتہ صرف رحمۃ للعالمین ﷺ کے عہدِ خجستہ تک ہی محدود نہ تھی بلکہ عمر بھر وہ اپنی مجاہدانہ جانبازی کے جوہر دکھاتے رہے۔ اور پھر آپ رضی اللہ عنہ کی ایک تخصیص یہ بھی ہے کہ عین جولانگہِ جہاد میں بھی سرمستِ عشقِ رسول ﷺ رہتے اور سرمو سنت سے منحرف نہ ہوتے تھے لہٰذا ایک مرتبہ جب سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایران کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے جس میں فارس کے ایک محل کا محاصرہ کرلیا گیا تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: میں وہ کرنا چاہتا ہوں جو میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کرتے دیکھا۔ اس کے بعد محصورین سے خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمانے لگے۔ میں بھی تمہارا ہم قوم تھا، لیکن اللہ نے مجھے نعمتِ اسلام سے نوازا۔ تم لوگ عربوں کی اطاعت گزاری سے نہیں بچ سکتے۔ اگر

تم اسلام لا کر ہجرت کر کے ہم میں شامل ہو جاؤ تو تمہیں اہل عرب کے حقوق دیئے جائیں گے اور وہی قانون تمہارے لیے ہو گا جو عربوں کے لیے ہے۔ اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے ہو اور جزیہ منظور کرتے ہو تو تمہیں ذمیوں کے حقوق ملیں گے۔ اسی انداز میں آپ رضی اللہ عنہ تین دن تک ان محصورین پر اسلام پیش کرتے رہے۔ جب کوئی اثر نہ ہوا تو حملہ کرنے کا حکم دے دیا اور اسے فتح کر لیا(۲۷) علاوہ ازیں آپ رضی اللہ عنہ اسی عالمِ سرمستی و جانبازی میں فتح جلولاء(۲۸) میں بھی شریک تھے(۲۹)

حق بینی و حق پرستی جو کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نفسیاتی ساخت کا لاینفک تار و پود تھی ہر لمحے ہر گھڑی آپ رضی اللہ عنہ کے اندر ظاہری امور کی ترتیب و تہذیب میں ہمیشہ موجزن رہتی تھی۔ اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ بڑے حق گو اور راست امر تھے، جو بات مشکوک لگتی اسے کہنے میں گھبراتے تھے نہ شرماتے۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ممبر پر چڑھے اور لوگوں سے خطاب کرنے لگے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم آپ کی بات نہیں سنیں گے، پہلے یہ وضاحت کریں کہ یہ کپڑے جو آپ نے پہنے ہوئے ہیں کہاں سے آئے ہیں؟ ہمیں بھی مال غنیمت کی تقسیم سے کپڑا ملا لیکن اس سے لباس تو نہ بن سکتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جلدی نہ کرو۔ اور اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا کہ: تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں، بتاؤ یہ کپڑا کس کا ہے؟ انہوں نے جواباً عرض کی کہ: میں نے اپنے حصے کا کپڑا امیر المؤمنین کو دے دیا تھا تب یہ مکمل جوڑا بنا۔ یہ سن کر حضرت سلمان فارسی نے فرمایا: اب آپ خطاب فرمائیں ہم سنیں گے(۳۰)

اسی تدبرِ حق بین کی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کو بغایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یہاں تک کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ انکے ساتھ گفتگوئے خلوت کو زیادہ پسند فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے تشریف لائے تو اس وقت آپ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ جونہی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تشریف لا چکے تو آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا: اب تم جاؤ ہم سلمان سے ملیں گے(۳۱)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے اسی طریقِ وقار، شانِ اصابتِ رائے اور تدبیرِ امور میں اتھاہ دیانت کا ثمرہ تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا(۳۲) مگر امیر مدائن ہوتے ہوئے بھی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی ممتاز شانِ قلندری، مخصوص وقارِ فقر و

استغناء، اور محمود اتباعِ سنت کو پسِ پشت نہیں ڈالا بلکہ بڑی توجہ سے ان سب خصوصیاتِ کبری کو بر قرار رکھا۔ اسکا شاندار منظر اس حقیقت میں مضمر ہے کہ اپنی امارت کے ایام میں بھی آپ رضی اللہ عنہ تنگ سالباس پہن کر، گدھے پر سوار ہو کر نکلتے تھے یہاں تک کہ بچے بھی آپ کا مذاق اڑاتے۔ لیکن آپ لوگوں کی باتوں کو درخور اعتناء نہ سمجھتے ہوئے فرماتے: اچھائی اور برائی تو کل دیکھی جائے گی۔ اسی دورِ سیادت میں ایک دفعہ اہل شام میں سے ایک آدمی مدائن میں وارد ہوا، اس کے پاس کچھ سامان تھا جسے اٹھانے کے لیے اسے کسی شخص کی ضرورت ہوئی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اتفاقاً اس کے پاس سے گزرے۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے لباسِ سادہ کو دیکھ کر اندازہ لگایا کہ کوئی عام سامز دور آدمی ہے لہٰذا متحکمانہ لہجے میں آپ رضی اللہ عنہ سے گویا ہوا کہ: یہ سامان اٹھا کر میری منزل تک پہنچادو! آپ رضی اللہ عنہ کی شانِ تواضع وانکسار کہ خاموشی سے سامان اٹھا کر چل پڑے۔ راستے میں جب لوگوں نے یہ نظارہ کیا تو صاحبِ سامان سے دریافت کیا: تمھیں نہیں معلوم یہ تو مسلمانوں کے امیر ہیں؟ اس نے بڑی معذرت سے عرض کی: مجھے نہیں معلوم تھا آپ سامان رکھ دیں، میں خود اٹھالوں گا۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ نے کمالِ التفات سے فرمایا: نہیں! میں نے یہ سامان تمہاری منزل تک پہنچانے کی نیت کی ہے، اس لیے اب منزل تک پہنچا کے ہی چھوڑوں گا۔(۳۳)

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حیاتِ بارآور میں توجہ الی اللہ کا دائمی نفسیاتی رویہ ہمیشہ کارگر رہا حتی کہ کسی بھی حالت میں اس سے افتراق اختیار نہ کرتے تھے کیونکہ قیامِ ذات بقیامِ صفات تحقیقِ وجود کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس نفسیاتی رویے کا عملی اظہار آپ رضی اللہ عنہ کے ظاہر وباطن میں اتحاد کی شکل میں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ خلوت میں ہوں یا جلوت میں، گھر کی تنہائی میں ہوں یا محفلِ امارت میں آپکی بودوباش میں کوئی فرق ظاہر نہ ہوتا تھا۔ لہٰذا دورانِ امارت جب آپ رضی اللہ عنہ کی تنخواہ پانچ ہزار درہم اور تین ہزار لوگوں پر حکومت تھی، اسوقت بھی آپ رضی اللہ عنہ ایسی عباء استعمال فرماتے تھے جسے سوتے میں آدھی اپنے نیچے بچھاتے تھے اور آدھی اپنے اوپر اوڑھتے تھے۔ یہی لباس گھر میں تھا اور اسی لباس میں باہر جمہور سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا گیا کہ: ذرا اس سے نرم جبہ استعمال فرمالیا کریں! تو آپ رضی اللہ عنہ نے خوبصورت انداز میں الہیاتی جواب مرحمت فرمایا کہ: میں تو غلام ہوں اور غلاموں جیسا لباس ہی زیب تن کرتا ہوں(۳۴)

فقر واستغناء:

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فقر واستغناء کے اعلیٰ مظہر تھے، کیونکہ آپ کا فقر اضطرار واختیارِ ذات سے گزر کر صفات میں مستقل ہو چکا تھا۔ فقر جب اثباتِ ذات بقیامِ صفات میں معرکۂ وجود کے اندر سر گرم ہو تو شانِ خداوندی ہوتا ہے اس لیے کہ صرف یہی فقر بندہ کو دو عالم سے بیگانہ کر کے عبدہ کی شانِ رفیع تک پہنچاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ فقر بندے میں فیاضی، سخاوت اور فراخدلی کی ایسی عاداتِ کریمہ پیدا کر دیتا ہے کہ بندہ مقامِ عبدہ پر فائز ہو کر صاحبِ مولائیت ہو جاتا ہے۔ اسی شان کا ثمرہ ہے کہ بندہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہے خود کو نظر انداز کر کے دوسروں کی حاجت روائی کرتا ہے۔ یہی شانِ فقر واستغناء حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ودیعت تھی کہ جو کچھ پاس ہوتا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے یہاں تک کہ بیت المال سے ملنے والا وظیفہ جو ان کی خدمات کے عوض ملتا تھا، اسے بھی اپنے استعمال میں نہ لاتے تھے بلکہ لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ جب کبھی ان کے پاس کچھ رقم جمع ہو جاتی تو اس سے گوشت وغیرہ خرید کر، کھانا پکا کر کوڑھی کے مریضوں کو کھلاتے، ایک روایت میں ہے کہ محدّثین کو کھلاتے تھے۔ (۳۵)

جب آپ رضی اللہ عنہ بیت المال سے ملنے والے وظیفہ کو لوگوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے تو لا محالہ اپنے اور اپنے اہلِ خانہ کے ذاتی اخراجات کی خاطر اپنے ہاتھوں سے محنت کرتے تھے۔ اور حق یہ ہے کہ یہی بات آپ رضی اللہ عنہ کی شانِ فقر وغنا کے لائق ہے لہٰذا خود فرماتے ہیں:

إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ آكُلَ مِنْ كَدِّ يَدِيَّ (۳۶) [مجھے اپنے ہاتھوں سے کمائی ہوئی روزی کھانا بہت ہی پسند ہے]

یہی وجہ ہے کہ کسی قسم کی مراعات سے استفادہ کیے بغیر خود اپنے ہاتھوں سے چٹائیاں بنتے تھے۔ اس ضمن میں خود فرماتے ہیں کہ میں ایک درہم سے کھجور کے پتے خریدتا، اس سے چٹائی بنا کر تین درہم میں فروخت کرتا تھا، اس رقم میں سے ایک درہم اصل سرمایہ کے لیے رکھ لیتا، ایک درہم گھر میں خرچ کرتا اور باقی کا تیسرا درہم خیرات میں دے دیتا (۳۷) اسی لذتِ دستکاری کا یہ نتیجہ تھا کہ کسی چیز میں اگر ادنیٰ سا شائبہ بھی ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس سے گریز فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک غلام نے عرض کی کہ آپ میرے ساتھ مکاتبت فرمالیں۔ فرمایا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ غلام کہنے لگا: نہیں! میں لوگوں سے مانگ کر ادا کر دوں گا۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تم مجھے لوگوں کے ہاتھ کا دھوون کھلانا چاہتے ہو؟ (۳۸)

لذتِ فقر و استغناء کی مافوقانی چاشنی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی عادات و اطوار میں مبالات و مجاہلت کو بدرجہ کمال راسخ کر دیا تھا یہاں تک کہ ایک دفعہ ایک آدمی آپ سے ملنے کے لیے آپ کے گھر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ آٹا گوندھ رہے ہیں۔ اس نے دریافت کیا کہ: خادم کہاں ہے؟ فرمانے لگے: اسے ایک اور ضروری کام کے لیے بھیجا ہے اور مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی ہے کہ میں اس سے دوہرا کام لوں۔ اس لیے آٹا خود گوندھ رہا ہوں(۳۹) سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ رب العالمین

فقر و استغناء کی کارفرمائی کی یہ ابتداء زہد و تقویٰ سے ہوتی ہے کیونکہ نفس کشی کا کوئی اور قرینہ اسکے سوا نہیں ہے اور سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ میں یہ وصفِ لاجواب عین ابتدائے حیات سے ہی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ساری عمر آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی گھر ذاتی رہائش کے لیے نہیں بنایا بلکہ دیوار یا درخت کا جہاں کہیں سایہ ملتا، وہیں آرام فرما ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میں آپ کے لیے مکان بنادوں تا کہ آپ سردی و گرمی کی شدت سے بچ سکیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ فرماتے ہوئے انکار کر دیا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔ جب اس شخص نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے بتاؤ کہ تم کیسا گھر بناؤ گے؟ اس شخص نے کہا کہ میں ایسا گھر بناؤں گا کہ جب آپ اس میں کھڑے ہوں گے تو آپ کا سر چھت سے لگے گا اور جب آپ لیٹ کر اپنی ٹانگیں لمبی کریں گے تو وہ دیوار سے جا لگیں گی۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے ایسا گھر بناؤ(۴۰) بے سروسامانی کی یہی حالت آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں تادمِ آخر رہی بلکہ آپ رضی اللہ عنہ زندگی کی آخری ساعتوں اور سانسوں میں اس فکر میں گریہ کناں تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک مسافر کے زادِ راہ سے زیادہ سامان موجود ہے جبکہ آپ کے وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تقریباً بیس درہم کے خرچ پانی سے زیادہ کچھ موجود نہ تھا(۴۱) اسی منظر کا بیان حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ جب آپ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت سعد رضوان اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: ابوعبداللہ! کیوں رو رہے ہو؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ظاہری دنیا سے پردہ فرمایا تھا تو وہ آپ سے راضی تھے۔ حوض کوثر پر ان کی زیارت ہو گی، اپنے بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملو گے۔ یہ سن کر حضرت سلمان فرمانے لگے: بخدا میں نہ موت کے ڈر سے اور نہ ہی دنیا کی حرص کی وجہ سے رو رہا ہوں بلکہ اس بات پر کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز و سامان ایک مسافر کے زادراہ سے زیادہ نہ ہو

جبکہ میرے گرد اتنا زیادہ سامان پڑا ہے! حضرت سعد فرماتے ہیں جو سامان اس وقت انکے ہاں موجود تھا وہ ایک بڑا پیالہ، ایک لوٹا اور ایک کپڑے دھونے کا ٹب تھا، حضرت سعد فرماتے ہیں: میں نے کہا اے ابو عبد اللہ کوئی نصیحت کیجئے، فرمانے لگے: اے سعد! جب تم کوئی ارادہ کرو، کوئی فیصلہ کرو اور کوئی چیز تقسیم کرو تو اللہ کو یاد کیا کرو(۴۲)

فقر و استغناء میں اس محویت کا انجام فناء فی اللہ بقاء باللہ کے عالم میں بر آمد ہوا کرتا ہے اور جب بندہ نفی و اثبات کی دشوار گزار تنگناؤں کو عبور کرتے ہوئے اس عالمِ مافوقانی میں چشم کشا ہوتا ہے تو اسکی نگاہِ وسعت پیما میں زمان و مکان کا تصور ناسوت سے ماوراء لاہوت کے لامتناہی آفاق میں کھو جاتا ہے اس لیے جگہوں کی اہمیت اس کی نظر میں کھو جاتی ہے بلکہ ہر جگہ اسکے لیے یکساں ہو جاتی ہے۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی اسی مقامِ لاتصور پر فائز تھے یہی وجہ ہے کہ انکی نگاہِ ماورائی میں حدودِ مکانی اپنے معانی کھو چکی تھیں، اسی بناء پر جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصالِ باکمال کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں سکونت اختیار کرلی اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے شام میں رہنا شروع کر دیا؛ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ایک خط کے ذریعے سے بتایا کہ: میں ارضِ مقدس میں آگیا ہوں، میرے پاس آجاؤ، کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مال و اولاد سے نوازا ہے۔ تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں انہیں تحریر فرمایا کہ: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ خیر و بھلائی مال و اولاد کی کثرت میں نہیں بلکہ خیر یہ ہے کہ تیرے حلم میں اضافہ ہو، تیرا علم تجھے نفع بخشے اور زمین کسی کے لیے کچھ نہیں کرتی ہے۔ جیسے جی میں آئے کرو لیکن اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرتے رہنا۔ جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنَّ الْاَرْضَ لاَ تُقَدِّسُ أَحَدًا، وَ إِنَّمَا يُقَدِّسُ الْمَرْءَ عَمَلُهُ[۴۳]

[زمین کسی کو مقدس نہیں بناتی بلکہ انسان کے اعمال ہیں جو اسے مقدس بناتے ہیں]

جواہرِ دانش و حکمت:

انسان جب تجرباتی آہنگ اور مجاہداتی جل ترنگ سے گزر کر فناء فی اللہ بقاء باللہ کی نعمتِ عظمیٰ سے بہرہ یاب ہو کر انسانی زندگی کے مقاصدِ علیا کا ادراک کرلیتا ہے تو اسکی زبانِ عطر بیز سے وہ گوہر افشانی ہوتی ہے جس سے دلوں میں نور اور روح میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ تحقیقِ ذات و صفات کا یہی وہ قرینہٴ وجود ہے جب اللہ تعالیٰ تکوینی درجات میں نئی ترتیبات کے ساتھ اپنے بندے کی تعریفِ نو فرماتا ہے:

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهِ، وَ بَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهِ، وَ يَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَ رِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا، وَ إِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَ لَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيْذَنَّهُ[۴۴]

[میں بندے کی سماعت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کار فرما ہو تا ہے، اسکے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے چلتا ہے، اور جب وہ سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور جب وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے بالضرور پناہ دے دیتا ہوں]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمتِ عظمیٰ سے وافرانہ نوازا ہوا تھا یہی وجہ ہے ان کی زبانِ فقر و غناء سے علم و حکمت کی گوہر افشانی ہوتی رہتی تھی جس سے سامع کے قلب و شعور میں حقائقِ حیات روشن و منور ہو جاتے تھے۔ اسکی جیتی جاگتی تصویر آپ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں نظر آتی ہے جس میں ابتلائے انسانی کی نقشہ کشی کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک جب اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندہ کو کسی آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے، پھر اسے نجات دیتا ہے تو اس کی یہ آزمائش ماضی کے گناہوں کا کفارہ اور آنے والی زندگی میں رضامندی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جب فاسق و فاجر کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور پھر اس سے تکلیف دور فرماتا ہے تو وہ فاسق و فاجر اس اونٹ کی مانند ہے جسے اس کا مالک باندھتا ہے، اور پھر اسے اس حال میں چھوڑ دیتا ہے کہ اسے علم تک نہیں ہوتا کہ اسے کیوں باندھا اور کیوں چھوڑا گیا ہے؟(۴۵)

بندہ جب نعمتِ تطہیر سے بہرہ یاب ہو جائے تو عبادت کا تعلق جائے عبادت سے گزر کر صرف دل سے رہ جاتا ہے اسی نکتہ پر صاد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اسوقت کیا جب ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ سکون سے ادائے نماز کے لیے کسی جگہ کی تلاش کر رہے تھے کہ علجہ نامی ایک خاتون نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: پاکیزہ قلب تلاش کرو، پھر جہاں چاہو نماز ادا کر لو۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً ارشاد فرمایا: تو نے بڑی سمجھ داری کی بات کی ہے۔(۴۶)

بندۂ محفوظ کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اپنی گفتار و رفتار میں شرعی حدودِ انسانی سے تجاوز نہ کرے اور ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ بلا احتیاج گفتار و عمل سے اجتناب کرے۔ اسی موضوع کو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ملاقاتی کو اس وقت بطریقِ احسن باور کروایا جب اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے اسے کوئی نصیحت کرنے کی درخواست کی۔ جسکے جواب میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: بات نہ کیا کرو! اس نے استفسار کیا: یہ کیسے ممکن ہے کہ لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے بات نہ کی جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تلقین فرمائی کہ: بولو تو

سچ بولو ورنہ خاموش رہو۔ وہ شخص پھر گویا ہوا کہ: کچھ مزید ارشاد فرمایئے! آپ رضی اللہ عنہ لب کشا ہوئے کہ: غصہ نہ کیا کرو۔ اس نے عرض کی: غصہ تو آ ہی جاتا ہے، مجھے اس پر قابو نہیں رہتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سمجھایا: جب غصہ آئے تو اپنی زبان اور ہاتھ کو روک کے رکھو۔ وہ عرض کناں ہوا: مزید کوئی نصیحت؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عطر بیزی فرمائی کہ: لوگوں سے میل جول نہ رکھو! اس نے حیرت سے سوال کیا: یہ کیسے ممکن ہے کہ انسانوں میں رہتے ہوئے میل جول نہ ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر تم لوگوں سے ملتے ہو تو سچی بات کیا کرو اور امانت ادا کیا کرو۔(۴۷)

ایمان وہ نعمت ہے جو بذاتِ خود انسان کی اندرونی مشینری کو ایسی نفسیاتی غذا مہیا کرتی ہے جو خود معالجہ میں کفیل ہوتی ہے اسی نزاکت کو آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت عمدہ تشبیہاتی اسلوب میں بیان فرمایا کہ: دنیا میں مؤمن کی مثال ایسے مریض کی سی ہے جس کے پاس اس کا طبیب موجود ہو جو اس کی بیماری اور دوا جانتا ہو۔ مریض جب بھی کسی مضر چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا طبیب اسے منع کرتا ہے اور اس کے نقصانات سے آگاہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بندۂ مؤمن کئی ایسی چیزوں کی خواہش کرتا ہے جو دوسروں کے پاس ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے منع کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ مردِ مؤمن کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔(۴۸)

انسانی زندگی میں اگر مراعاتِ واقعیت اور مراقبتِ حقیقت نہ ہو تو مزاحیاتی اور الیاتی ترجیحات کے مابین توازن کچھ اس انداز سے بگڑتا ہے کہ اعمال و علائق کا اعتدال جاتا رہتا ہے جسکی وجہ سے انسان نسبتوں سے بے خبر خود کو مسرحِ خسران میں دھکیل دیتا ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: تین چیزیں ایسی ہیں کہ مجھے تعجب میں ڈال دیتی ہیں یہاں تک کہ میں ہنس پڑتا ہوں۔ ایک وہ بندہ جو دنیا کی طلب میں پڑا ہے اور موت اسے طلب کر رہی ہے، دوسرا وہ جو موت سے غافل ہے حالانکہ موت اس سے غافل نہیں۔ تیسرا وہ جو قہقہہ لگا کر ہنستا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے یا ناراض۔ پھر علاقہ و نسبت کی صراحت فرمائی کہ: تین چیزیں مجھے اسقدر غمگین کر دیتی ہیں کہ میں رو پڑتا ہوں: ایک حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ساتھیوں کی جدائی؛ دوسری یوم محشر میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہونا؛ اور تیسری یہ کہ مجھے نہیں معلوم کہ میرا ٹھکانہ جنت میں ہے یا دوزخ میں۔(۴۹)

مراعاتِ واقعیت اور مراقبتِ حقیقت کے لیے دو خوبیاں بہت ضروری ہیں اول تواضع، اور دوم علم۔ پہلی خوبی کی نشاندہی آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر رحمہ اللہ کو وصیت کرتے ہوئے یوں فرمائی کہ: دنیا میں تواضع اختیار کرو۔ بے شک جو یہاں تواضع کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن بلندی عطا فرمائے گا، اور جو دنیا میں تکبر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلیل و خوار کرے گا۔(۵۰) جبکہ ایک اور موقع پر دوسری خوبی کو تمثیلی اسلوب میں واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ: عالم کی مثال اس شخص کی سی ہے جو چراغ اٹھائے تاریک راستے سے گزرتا ہے جس سے راستے میں روشنی ہو جاتی ہے تو جو بھی پاس سے گزرتا ہے تو اس کے لیے دعائے خیر کرتا ہے۔(۵۱)

وصالِ باکمال

ذات و صفات اور تجرید و توحید کے تمام عقدات جب تحقیقِ حق اور اثباتِ ذات کے حیطۂ غیر محیط میں سلجھ چکے تو اسکا لازمی ثمرہ یہ ہوا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی بھرپور زندگی کا شباب اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گیا۔ نتیجہ یہ کہ آپ ہمیشہ دامنِ رسول ﷺ سے متشبث رہے یہاں تک کہ خندق اور اسکے مابعد تمام غزواتِ کریمہ میں سرمستانہ شریک ہوئے۔ حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ ظاہرہ کے بعد آپ نے کوفہ میں سکونت اختیار کرلی اور وہاں بھی جہادِ حیات میں ہمیشہ شمشیر زن رہے حتی کہ مدائن کے گورنر بھی رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ازدواجی زندگی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے؛ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو زنِ صالحہ اور اولادِ صالحہ سے بھی سرفراز فرمایا۔

طریقِ حق میں مسلسل جادہ پیما سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے جب اپنے اسپِ حیات کا رخ حتمی طور پر لقائے حقانی کی طرف موڑا تو بھی وجودیاتی اعتبار سے قیامِ ذات بالذات القیوم کا حیرتناک منظر پیدا ہوا۔ علائقِ ظاہریہ کو خیر باد اور علائقِ باطنیہ کو خوش آمدید کہتے ہوئے جہانِ تازہ کی نئی حیاتِ لافانی میں آہنگِ لاثانی کا یہ انوکھا وجودی تجربہ بھی کسی کو بہت کم نصیب ہوا ہو گا، ذرا غور فرمایئے کہ لقائے حقانی کا وقتِ اخیر بے تقصیر آن پہنچا ہے لہٰذا احساسِ إِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ نے احساسِ ذات سے احساسِ وجود بالذات کا سفر لمحوں میں طے کر لیا۔ اس احساس نے ایک نیاری کیفیت لابدی کو جنم دیا جس کے تحت اپنی زوجۂ صالحہ حضرت بُقَیرہ رضی اللہ عنہا سے اپنے کمرے کے چار دروازوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ: ان سب دروازوں کو وا کر دو کیونکہ آج میرے کچھ ملاقاتی آرہے ہیں اور مجھے نہیں علم کہ وہ کس دروازے سے داخل ہوں گے؛ پھر فرمایا: کسی برتن میں خوشبو ملا کر لے آؤ

اور اسے میرے بستر کے گرداگرد چھڑک دو۔ خاتونِ نیک انجام جب یہ سب کچھ کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی طرف ملتفت ہوئیں تو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی روحِ انور پرواز کر چکی ہے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے بستر پر یوں پڑے ہوئے تھے جیسے محوِ خواب ہوں۔(۵۲)

المختصر سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان شخصیت تحقیقِ ذات و صفات کے لافانی سفر میں اتنے کٹھن اور متنوع مراحل میں سے گزری کہ ان کی حیاتِ قدسیہ کرن کرن انسانیاتی پہلو داری کی آئینہ دار بن کر ابھرتی ہے: ایسی حیاتِ جاوداں جس میں تجرید و توحید، وجود و عدم، عرفان و معرفت، تحقیق و تخلیق، تکوین و احداث، ذات و صفات اور نفی و اثبات وغیرہ جیسے پیچیدہ مسائل اور انکا شرعی مصطفوی حل مضمر ہے اور یہ وہ اکنافِ ذات ہیں جن کا ادراک صرف اور صرف عارف باللہ ہی کر سکتا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

(۱) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ۳۲۸/۲، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۱۹۰/۶، تہذیب التہذیب ۱۲۱/۴، تہذیب الکمال ۲۴۸/۱۱

(۲) سیر اعلام النبلاء ۳۵۱/۳، نمبر: ۹۶

(۳) اسد الغابۃ: ۳۲۸/۲، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ۱۱۸/۳، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب ۱۹۴/۲، تہذیب الأسماء و اللغات ۲۱۸/۱، المعارف ۲۷۰، الجرح والتعدیل ۲۹۶/۴، کتاب الثقات ۱۵۷/۳، حلیۃ الأولیاء ۱۸۵/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۱۹۰/۶، تقریب التہذیب ۳۰۰، تہذیب التہذیب ۱۲۱/۴، الطبقات الکبریٰ ۷۵/۴، تہذیب الکمال ۲۴۵/۱۱، صفۃ الصفوۃ ۵۲۳/۱، شذرات الذھب ۴۴/۱، تاریخ الصحابۃ ۱۱۶، سیر أعلام النبلاء ۵۰۵/۱، تاریخ بغداد ۱۶۳/۱

(۴) صفۃ الصفوۃ ۵۲۳/۱، تہذیب الاسماء واللغات ۲۱۸/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۱۹۰/۶، اسد الغابۃ ۳۲۸/۲، المعارف ۲۷۰

(۵) مسند احمد ۴۴۲/۵، اسد الغابۃ ۳۲۹/۲، الطبقات الکبریٰ ۷۷-۷۶/۴، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۱۹۵/۶، سیر أعلام النبلاء ۵۰۷،۵۰۸/۱،صفۃ الصفوۃ ۵۳۰-۵۲۴/۱

(۶) مسند احمد ۴۴۳/۵، اسد الغابۃ ۳۳۰/۲، الطبقات الکبریٰ ۷۹-۷۸/۴، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۱۹۶/۶، سیر أعلام النبلاء ۵۱۰/۱،صفۃ الصفوۃ ۵۳۱/۱

(۷) مسند احمد ۴۴۳-۴۴/۵، سیر أ علام النبلاء ۵۱۱/۱، اسد الغابۃ ۳۳۰/۲، الطبقات الکبریٰ ۷۹-۸۰/۴، الاستیعاب ۱۹۵/۲، تہذیب الکمال ۲۴۹/۱۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۱۹۷/۶،صفۃ الصفوۃ ۵۳۲-۳۳/۱

(۸) الطبقات الکبریٰ ۸۴/۴، تہذیب الأسماء واللغات ۲۱۹/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۳/۶، صفۃ الصفوۃ ۵۳۵/۱، سیرۃ ابن ہشام ۵۶۳/۱،اسد الغابۃ ۳۳۰/۲،

(۹) سیر اعلام النبلاء: ۳۱۸/۳، نمبر: ۹۶

(۱۰) جامع البیان لطبري: زیر آیت، الدر المنثور: زیر آیت، سیر اعلام النبلاء ۵۴۲/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۴/۶

(۱۱) سیر اعلام النبلاء ۵۴۲/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۳/۶، الاستیعاب ۱۹۶/۲، صحیح بخاری ، کتاب : تفسیر القرآن، باب: قوله وآخرين منهم لما يلحقوابهم، رقم حدیث: ۴۵۱۸

(۱۲) سیر اعلام النبلاء ۵۴۰/۱، مسند احمد ۶۴/۵، صحیح مسلم، کتاب: فضائل الصحابۃ، باب: من فضائل سلمان وصهيب وبلال، رقم حدیث: ۴۵۵۹ ، الاستیعاب ۱۹۶/۲

(۱۳) تہذیب الکمال ۲۵۱/۱۱، سیر اعلام النبلاء ۵۴۰/۱، حلیۃ الاولیاء ۱۹۰/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۰/۶، مسند احمد ۳۵۱/۵، الاستیعاب ۱۹۶/۲، الاصابۃ ۱۱۹/۳

(۱۴) تہذیب الکمال ۲۵۱/۱۱، سیر اعلام النبلاء ۵۴۱/۱، حلیۃ الاولیاء ۱۹۰/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۱/۶، تہذیب الاسماء واللغات ۲۲۰/۱، اسد الغابۃ ۳۳۱/۲، جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب سلمان فارسی، رقم حدیث ۳۷۹۷۔

(۱۵) صفۃ الصفوۃ ۵۳۵/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۰/۶، الطبقات الکبری ۸۳/۴، سیر اعلام النبلاء ۵۴۰/۱، تہذیب الکمال ۲۵۱/۱۱، تہذیب الاسماء واللغات ۲۱۹/۱، اسد الغابۃ ۳۳۱/۲

(۱۶) سیر اعلام النبلاء: ۳۴۲/۳، نمبر: ۹۶

(۱۷) الاستیعاب ۱۹۶/۲

(۱۸) المستدرک للحاکم ۳۲۹/۴، نمبر: ۵۲۹۴؛ حلیۃ الاولیاء ۲۴۲/۱، نمبر: ۵۹۸؛ صفۃ الصفوۃ ۵۳۴/۱؛ تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۱۹۹/۶

(۱۹) سیر اعلام النبلاء ۳۴۹/۱

(۲۰) الطبقات الکبری ۸۵/۴، حلیۃ الاولیاء ۱۸۸/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۳/۶

(۲۱) سیر اعلام النبلاء ۳۴۳/۱

(۲۲) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب: ۵۱، نمبر: ۱۹۵۸؛ کتاب الادب: باب: ۸۶، نمبر: ۶۱۳۹

(۲۳) الطبقات الکبری ۸۶/۴، سیر اعلام النبلاء ۵۴۳/۱، صفۃ الصفوۃ ۵۴۶/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۴/۶، تہذیب الکمال ۲۵۱/۱۱، اسد الغابۃ ۳۳۱/۲

(۲۴) الاستیعاب ۱۹۶/۲

(۲۵) الطبقات الکبری ۸۶/۴، سیر اعلام النبلاء ۵۴۴/۱، صفۃ الصفوۃ ۵۴۶/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۴/۶

(۲۶) سبل الھدی والرشاد ۳۶۴/۴؛ ضیاء النبی: ۳۲/۴

(۲۷) مسند احمد ۴۴۱/۵، حلیۃ الاولیاء ۱۸۹/۱

(۲۸) جلولاء عراق میں خراسان کے راستے پر ایک شہر ہے جس کو ۱۹ ہجری کو فتح کیا گیا (صفۃ الصفوۃ ۵۴۵/۱)

(۲۹) الطبقات الکبریٰ ۹۲/۴، صفۃ الصفوۃ ۵۴۵/۱

(۳۰) صفۃ الصفوۃ ۵۳۵/۱

(۳۱) الطبقات الکبریٰ ۸۶/۴، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۵/۶، سیر اعلام النبلاء ۵۴۵/۱

(۳۲) صفۃ الصفوۃ ۵۲۳/۱، الاصابۃ ۱۱۹/۳، الاستیعاب ۱۹۵/۲

(۳۳) الطبقات الکبری ۸۷-۸۸/۴، سیر اعلام النبلاء ۵۴۶/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۷/۶

(۳۴) تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۸/۶، صفۃ الصفوۃ ۵۳۸/۱، سیر اعلام النبلاء ۵۴۷/۱

(۳۵) تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۹/۶، سیر اعلام النبلاء ۵۴۸/۱، حلیۃ الاولیاء ۲۰۰/۱، صفۃ الصفوۃ ۵۴۳/۱، الطبقات الکبری ۸۹/۴

(۳۶) حلیۃ الاولیاء ۲۰۰/۱

(۳۷) صفۃ الصفوۃ ۵۴۲/۱، الطبقات الکبری ۸۹/۴، حلیۃ الاولیاء ۲۰۰/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۸/۶، تہذیب الاسماء واللغات ۲۱۹/۱، تہذیب الکمال ۲۵۲/۱۱، اسد الغابۃ ۳۳۱/۲، سیر اعلام النبلاء ۵۴۸/۱

(۳۸) الطبقات الکبری ۹۰/۴، صفۃ الصفوۃ ۵۴۲/۱

(۳۹) الطبقات الکبری ۹۰/۴، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۱۰/۶

(۴۰) تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۸/۶، حلیۃ الاولیاء ۲۰۲/۱، صفۃ الصفوۃ ۵۳۸/۱، اسد الغابۃ ۳۳۱/۲، سیر اعلام النبلاء ۵۴۷/۱، الطبقات الکبریٰ ۸۹/۴

(۴۱) مسند احمد ۴۳۸/۵، حلیۃ الاولیاء ۱۹۶/۱

(۴۲) الطبقات الکبری ۹۰/۴، سیر اعلام النبلاء ۵۵۲/۱، حلیۃ الاولیاء ۱۹۵-۹۶/۱، صفۃ الصفوۃ ۵۵۳/۱

(۴۳) سیر اعلام النبلاء ۵۴۸/۱، الطبقات الکبری ۸۴/۴، حلیۃ الاولیاء، ۲۰۵/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۰۹/۶، تہذیب الاسماء واللغات ۲۱۹/۱، تہذیب الکمال ۲۵۳/۱۱، اسد الغابۃ ۳۳۱/۲، الثقات ۱۵۷/۳

(۴۴) البخاري: کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم: ۶۵۰۲، مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الدعوات، رقم: ۲۲۶۶، عرفان السنۃ: لشیخ الاسلام: کتاب المناقب، رقم: ۹۱۹، ص۔ ۸۵۴، المنہاج السوي: فصل في فضل السنن والنوافل، رقم: ۱۳۹، ص۔ ۱۴۸، الصحیح: ابن حبان، ۵۸/۲، رقم: ۳۴۷

(۴۵) تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۱۰/۶، صفۃ الصفوۃ ۵۵۱/۱، حلیۃ الاولیاء ۲۰۶/۱

(۴۶) تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۱۰/۶، صفۃ الصفوۃ ۵۵۱/۱، حلیۃ الاولیاء ۲۰۶/۱

(۴۷) صفۃ الصفوۃ ۵۴۹/۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۱۰/۶، تہذیب الکمال ۲۵۴/۱۱

(۴۸) صفۃ الصفوۃ ۵۴۶/۱، حلیۃ الاولیاء ۲۰۷/۱

(۴۹) تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۱۰/۶، صفۃ الصفوۃ ۵۴۸/۱، حلیۃ الاولیاء ۲۰۷/۱

(۵۰) سیر اعلام النبلاء ۵۴۸/۱، صفۃ الصفوۃ ۵۴۷/۱

(۵۱) تہذیب الکمال ۲۵۳/۱۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۱۰/۶

(۵۲) تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲۱۱/۶، الطبقات الکبری ۹۲/۴، سیر اعلام النبلاء ۵۵۳/۱، حلیۃ الاولیاء ۲۰۸/۱، صفۃ الصفوۃ ۵۵۴/۱

☆☆☆☆☆☆☆